قیام امام حسینؑ کے اہداف و محرکات

مؤلف: بابک ہادیان حیدری
مترجم: شبیہ عباس خان

امام حسینؑ کے قیام کے اہداف و محرکات کے سلسلے میں تجزیہ نگاروں نے مختلف تفسیریں پیش کی ہیں لیکن ان میں سے بعض تحلیلیں جو زیادہ تر لامنس اور اس کے جیسے دوسرے دین اسلام کے جوہر و حقیقت سے ناواقف مستشرقین نے پیش کی ہیں، پوری طرح سے حقیقت سے دور اور امامؑ کی مقدس شخصیت کے برخلاف ہیں، کیونکہ ان لوگوں نے امامؑ کے اہداف کو مادی اور وہ بھی حصول خلافت بتایا ہے جب کہ آپ صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقالہ میں اعتقادی مبانی کے پیش نظر اور امامؑ کے کلام کی مدد سے قیام عاشورہ کے اہداف و محرکات کی تحلیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس تحقیق کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے قیام کے سبھی اہداف، دین و سنت کو زندہ کرنے سے لیکر، امت کی اصلاح (امر بہ معروف و نہی از منکر کو زندہ کرنا) اور اہل کوفہ کے خطوط، صرف لوگوں پر حکومت کرنے اور خلافت کے لئے نہیں تھے بلکہ آپ کا ہدف صرف اور صرف خدا کی خوشنودی تھی۔ اسی لئے آپ نے ظالم کی حکومت کو ماننے سے انکار کیا اور قیام فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کا یہ قیام اور بھی بڑے انقلاب کے لئے راہ گشا ہوگا۔

عاشورہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو اپنے ہی دور میں ایک انقلاب کی شکل میں ظاہر ہوا اور پھر اس کے بعد ایسے غم انگیز واقعہ میں تبدیل ہو گیا جس میں ماتم اور آنسو بہائے جانے لگے۔ اگرچہ حال کی صدیوں میں خاص کر ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد ایک بار پھر عاشورہ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے اور اب لوگ صرف امام حسینؑ کے لئے آنسو بہانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ آپ کے قیام کی حماسی روح کو بھی سراہتے ہیں۔ ایران کا اسلامی انقلاب امام حسینؑ کے قیام کو اپنا نمونہ بناتے ہوئے، ظالموں کے مقابلے میں کھڑا ہوا ہے۔

تاریخ خود اس حقیقت کی بخوبی گواہ ہے کہ اسلامی سرزمین پر بنی امیہ کا دور حکومت اس خاندان کے ظلم و جور کی علامت ہے۔ جب امام حسینؑ کو پتہ چلا کہ بنی امیہ کا اصل مقصد، رسول اللہؐ کے نام کو مٹانا ہے تو آپ نے قیام کیا۔ یہ وہ دور تھا جب تبعیض، ظلم اور ناانصافی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور شیعیان اہل بیتؑ کو آزار واذیت دی جا رہی تھی۔

بلاشک کربلا کا قیام جسے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب نے اپنے خون سے سینچا ہے، ایک معمولی بات نہیں ہے، کیونکہ آپ انسان کامل کا ایک نمونہ ہیں جس نے بغیر کسی مقصد کے ہر گز اس میدان میں قدم نہیں رکھا ہے، لہٰذا امام حسینؑ، آپ کے اصحاب باوفا اور ساتھ ہی آپ کا مطہر گھرانہ کچھ اہداف و مقاصد کے پیش نظر میدان کربلا میں حاضر ہوئے اور یہ اہداف مادیات سے بڑھ کر تھے، بلکہ الٰہی اہداف تھے۔ اسی لئے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے قیام کو اس آیہ کریمہ کا مصداق بتایا جا سکتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ ترجمہ: پس خدا نے ان کی دعا کو قبول کیا کہ میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم میں بعض بعض سے ہیں۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل ہوگئے تو میں ان کی برائیوں کی پردہ پوشی کروں گا اور انہیں ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ خدا کی طرف سے ثواب ہے اور اس کے پاس بہترین ثواب ہے۔[1]

اسی طرح دیگر آیات میں بھی یہی بات آئی ہے جو آپ اور آپ کے اصحاب کا مصداق ہو سکتی ہے:

لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵

وَعَدَ اللَّـهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّـهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللَّـهُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ ترجمہ: اندھے بیمار اور معذور افراد کے علاوہ گھر بیٹھ رہنے والے صاحبانِ ایمان ہرگز ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو راہِ خدا میں اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر امتیاز عنایت کئے ہیں اور ہر ایک سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم عطا کیا ہے۔[1]

جب اسلام خطرے میں ہو اور ظالموں و مشرکوں پر قابو پا ناممکن ہو تو ایسے میں سبھی مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی جان، مال اور اولاد کو اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لئے قربان کر دیں۔ تاریخ اسلام خود امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کی مخلصانہ کوششوں کی گواہ ہے جو آپ نے اسلام کے حق میں کی تھیں لیکن اس موضوع میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ ہے قیام کے اہداف و محرکات

اس موضوع بہت ساری کتابیں تحریر کی گئی ہیں جن میں سے کچھ کے نام اس طرح ہیں:

- ❖ دانشنامہ امام حسینؑ بر پایہ قرآن، حدیث و تاریخ (۱۳ جلد)، محمد محمدی ری شہری
- ❖ حماسہ حسینی (دو جلد)، مرتضی مطہری
- ❖ موسوعۃ الامام الحسینؑ،
- ❖ امام ناشناختہ حسین بن علی، جلال الدین فارسی
- ❖ شہادت نامہ امام حسینؑ، محمد محمدی ری شہری
- ❖ عاشورا حماسہ جاودان، محمد شفیعی مازندرانی
- ❖ قرآن و امام حسینؑ امام حسینؑ و قرآن، محمد علی رضایی اصفہانی

لیکن ان مقالات اور کتب میں اس موضوع کے کچھ ہی حصوں کی تحلیل و بررسی ہوئی ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے ایک ہی مقالے میں کئی موضوعات کی تحلیل کی ہے، دوسرے یہ کہ ایک ہی زاویہ سے امامؑ کے

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۹۵-۹۶

قیام کے آثار و نتائج کی بررسی کی ہے لیکن مقالہ ہذا میں کوشش کی گئی ہے کہ اس موضوع کو تاریخی شواہد اور امامؑ کے کلمات و خطبات کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے۔

دین اور سنت کو زندہ رکھنا، قیام عاشورہ کا اصلی مقصد:

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب باوفا کا قیام مقدس اہداف کے لئے تھا، کیونکہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ امام بزرگوار بنا کسی دلیل کے اپنی جان فدا کر دیں۔ ہم کو اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب جن اہداف کو حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اس دنیا کے مادی تمنیات سے بڑھ کر تھے کیونکہ اگر مادیات ہی ہدف ہوتا تو آپ ہرگز اپنی جان قربان نہ کرتے لیکن درحقیقت امام عالی مقام کا ہدف دین و سنت کو زندہ رکھنا تھا کیونکہ دین کے ذریعہ سے ہی تمام انسان ابدی سعادت تک پہنچ سکتے ہیں۔ دین کی اہمیت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ اس کی نجات کی خاطر امام حسینؑ جیسی والا شخصیت نے اپنی جان اقدس کو پیش کر دیا۔ امام خمینیؒ اس بارے میں بہت اچھا جملہ فرماتے ہیں:-

"اسلام اس قدر عزیز ہے کہ نواسۂ رسول نے اس کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ امام حسینؑ نے اپنے جوانوں اور اپنے اصحاب کے ساتھ مل کر اسلام کے لئے جنگ فرمائی اور اپنی جانیں قربان کر دیں اور اسلام کو زندہ کیا۔"[1]

لیکن جب تک معاویہ زندہ تھا، امامؑ نے قیام نہیں کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ معاویہ نے بہت ہی فریب کاری سے دین کے ظاہر کو باقی رکھا تھا، اسی لئے امامؑ نے محمد بن بشر ہمدانی اور سفیان بن لیلیٰ ہمدانی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

لیکن کُلُّ امری مِنکم حِلساً مِن احلاسِ بَیتِہِ مادامَ ھذَا الرَّجُلُ (ای مُعاوِیۃُ) حَیا فَاِن یَھلِكْ و انتم اَحیاءٌ، رَجونا ان یَخیرَ اللہُ لَنا و یُوتینا رُشدَنا و لایکلَنا الی انفُسِناف، اِنَّ اللہَ مَعَ الَّذینَ اتَّقوا وَ الَّذینَ ھُم مُحسنونَ (سورہ نحل، ۱۲۸)۔

ترجمہ: جب تک یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے تم سب اپنے گھروں میں بیٹھو، اور اگر اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد تک تم زندہ رہے تو جو بہتر ہوگا خدا ہمارے لئے وہی چنے گا اور ہم کو ہمارے

۱۔ موسوی، خمینی، صحیفہ امام، جلد ۸، ص ۱۵۱

راستے پر آگے بڑھائے گا اور اپنے حال پر نہیں چھوڑے گا، بے شک خدا متقین کے ساتھ اور محسنین کے ساتھ ہے۔[۱]

جب معاویہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا یزید ناحق طریقے سے خلیفہ بنا تو وہ اپنے باپ کے برخلاف ہر طرح کے گناہ، فسق اور فجور کو انجام دیتا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ اس دور میں کیسی کیسی بدعتیں دین میں داخل ہوئیں۔ اسی لئے جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ خدا کا دین دھیرے دھیرے زوال کی طرف جا رہا ہے اور اس کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے تو آپ بصرہ کے بزرگوں کو اس طرح خط لکھتے ہیں:

اِنّ السُنَّۃَ قَد امیتَت و اِنّ البِدعۃَ قَد احییت و نُعِشَت۔ ترجمہ: سنت مر گئی ہے اور بدعت زندہ ہوئی ہے اور بدعت کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔[۲]

یہاں تک کہ امام حسینؑ نے روز عاشور عمر بن سعد کے لشکر کے سامنے اپنے قیام کے ہدف کو دین و سنت کو زندہ کرنا بتایا جو بنی امیہ کے دور میں ختم کر دی گئی تھیں:

لاتَعجَلوا حَتّی اخبِرَکُم خَبری وَاللهِ ما اَتَیتُکُم حَتّی اَتَتنی کُتب اماثِلِکُم بِاَنّ السُنَّۃَ قَد امیتَت وَ النِّفاقَ قَد نَجَمَ وَ الحُدودَ قَد عُطِّلَت، فَاقدَمَ لَعَلَّ اللهَ تَبارَکَ وَ تَعالی یصلِحُ بِكَ امَّۃَ محمد فَاَتیتُکُم فِاِذا کَرِهتُم ذٰلِكَ، فَاَنا راجُعٌ عَنکُم وَارجِعوا اِلی اَنفُسِکُم فَانظُروا هَل یصلُحُ لَکُم قَتلی۔اَو یحِلُّ لَکُم دَمی؟اَلَستُ ابنَ بِنتِ نَبیکُم وَ ابنَ ابنِ عَمِّهِ وَ ابنَ اوَّلِ المُؤمِنینَ ایماناً؟اَوَلَیسَ حَمزَۃُ وَ العَبّاسُ وَ جَعفَرُ عُمومَتی؟ اَوَلَم یبلُغُکُم قَولُ رَسول الله فی اَخی :هٰذانِ سَیدا شَبابِ اهلِ الجَنَّۃِ۔ ترجمہ: جلدی نہ کرو کہ میں تم کو اپنی خبر سے باخبر کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں یہاں نہ آتا اگر تمہارے بزرگوں کے خط مجھ تک نہ پہنچتے کہ سنت مر چکی ہے اور نفاق نے سر اٹھا رکھا ہے اور حدود الٰہی ختم ہو چکے ہیں، آگے بڑھو ہو سکتا ہے خدائے

۱۔ لجنۃ الحدیث فی معھد باقر العلوم، ص ۲۵۲؛ ابن جابر البلاذری، احمد بن یحیٰی، انساب الاشراف، جلد ۲، ص ۱۵۱؛ میلانی، سید محمد ہادی، قادتنا کیف نعرفھم، جلد ۳، ص ۴۸۸

۲۔ انساب الاشراف، جلد ۲، صفحہ ۷۸

متعال تمہارے ذریعہ امت محمدی کی اصلاح کرنا چاہتا ہو۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں اور اگر میرا آنا تمہیں نہیں پسند تو لوٹ جاؤں گا اور تم لوگ بھی جاگ جاؤ اور دیکھو کیا میری جان لینا تمہارے حق میں ہے؟ کیا میرا خون تم پر روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا اور نبی کے چچا زاد اور سب سے پہلے مؤمن کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا ہمزہ، عباس اور جعفر میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم تک نبی کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ جس میں نبی نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا۔ یہ دو (حسن و حسین) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔[1]

امام حسینؑ نے بصرہ میں اپنے چاہنے والوں کے نام ایک خط لکھا اور اس کو سلمان نام کے ایک صحابی سے بھجوایا۔ اس خط میں امام تحریر فرماتے ہیں:

بسم الله الرحمٰن الرحيم، مِنَ الحُسينِ بن علی إلی مالِك بن مِسمَع وَالأحنَفِ بن قَيسٍ وَ المُنذِرِ بن الجارودِ وَ مَسعودِ بن عَمرٍ و قَيسِ بن الهَيثَمِ، سلامٌ عَليكم، اَمّا بَعدُ فَإنّي اَدعوكم اِلی إحياءِ مَعالِمِ الحَقِّ و إماتَةِ البِدَعِ، فَإن تُجيبوا تَهتَدوا سُبُلَ الرشاد، و السلام۔ ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حسین بن علی سے مالک بن مسمع، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمر اور قیس بن ہیثم کے نام۔ سلام علیکم، اما بعد، میں تم لوگوں کو حق کی نشانیوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو ختم کرنے کے لئے پکارتا ہوں، اگر میری آواز پر لبیک کہو گے تو راہ راست کی طرف ہدایت پاؤ گے۔ والسلام۔[2]

لہٰذا بخوبی واضح ہے کہ امام حسینؑ کے قیام ایک مقصد، دین خدا اور سنت رسول خداؐ کو زندہ رکھنا اور رائج بدعتوں کو پوری طرح سے ختم کرنا تھا۔ اگر چہ آپ اور آپ کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا لیکن آپ کی شہادت نے خاموش شعلوں کو پھر سے روشن کیا جس کا نتیجہ توابین اور مختار ثقفی کے قیام میں نظر آیا۔

۱۔ ابن عساکر، علی بن حسن، ترجمہ الامام الحسین، ص ۳۱۲؛ انساب الاشراف، ص ۳۲۵
۲۔ احمدی میانجی، علی، مکاتیب الرسول، جلد ۱، ص ۳۹۵؛ ابن قتیبہ، الدینوری، الاخبار الطوال، ص ۲۳۱

دین خدا کی نصرت کے لئے مسلح قیام:

امام حسینؑ نے دین خدا کو زندہ رکھنے کے لئے نہ صرف اپنے الفاظ اور خطبوں سے کوشش فرمائی بلکہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر تلوار سے ان کے خلاف جنگ کی تا کہ خدا کا دین جو بنی امیہ کے دور میں صاحب منصبوں کے ہاتھ کا کھلونا بن گیا تھا پھر سے زندہ ہو جائے۔ اس دور میں معاویہ نے اپنے سیاسی اہداف کے پیش نظر جعل حدیث کا حکم دیا۔ اس دور میں دین مال و شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا تھا، اور بعض تو دین کو دولت اور سیاسی طاقت کا ذریعہ بنا چکے تھے یا یوں کہا جائے کہ اس دور میں دین کی صورت پوری طرح سے مسخ ہو چکی تھی لیکن امام حسینؑ نے بنی امیہ سے مقابلہ کرکے اور اپنے قیام کے ذریعہ دین خدا کو عزت بخشنے کی کوشش فرمائی اور اس کام کو اپنی مبارک جان دے کر پورا کیا۔ امام حسینؑ نے فرزدق شاعر کو اپنے قیام کے مقصد کے بارے میں اس طرح بتایا ہے:

قالَ الامام الحسین علیہ السلام لِلفَرَزدَق الشاعِرِ: یَا فَرَزدَق اِنَّ هولاءِ قَومٌ لَزَموا طاعَةَ الشَّیطانِ وَ تَرَکوا طاعَةَ الرَّحمنِ وَ اظهَرُوا الفَسادَ فِی الاَرضِ و ابطَلُوا الحُدودَ وَ شَرِبوا الخُمورَ وَ استَاثَروا فی اَموالِ الفُقراءِ وَ المَساکینِ و اَنا اولی مَن قامَ بِنُصرَةِ دینِ اللهِ وَاِعزازِ شَرعِهِ وَ الجِهادِ فی سَبیلِهِ، لِتَکونَ کَلِمَةُ اللهِ هِیَ الْعُلْیا۔ ترجمہ: امام حسینؑ نے فرزدق کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے فرزدق، اس قوم نے شیطان کی اطاعت کو اپنا لیا ہے اور خدائے رحمان کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ اس قوم نے زمین پر فساد برپا کیا اور حدود الٰہی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شراب بھی پیتے ہیں اور فقیروں اور کمزوروں کے اموال کو بھی ہڑپ رہے ہیں۔ دین خدا کی مدد کرنے اور اس کی کھوئی ہوئی عزت کو لوٹانے کے لئے میں سب زیادہ سزاوار ہوں اور اس راہ میں جہاد کروں گا تا کہ خدا کا حکم اعلی ہو۔[1]

اسی طرح تاریخ طبری میں ابو عثمان نہدی سے منقول ہے کہ امام حسینؑ نے بصرہ کی فوج کے عہدہ داروں اور وہاں کے بزرگوں جیسے کہ مالک بن مسمع بکری، اصنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن

۱۔ لجنتہ الحدیث فی معہد باقر العلوم، ص ۴۰۸

عمرو، قیس بن ہیثم اور عمرو بن عبداللہ معمر کے نام ایک خط لکھا اور اس کو سلیمان نام کے ایک شخص کے ذریعے ان تک پہنچایا۔ اس خط کا متن اس طرح ہے:

اَمّا بعدُ فَاِنَّ اللہَ اصطَفی محمّداً عَلی خَلقِهِ و اَکرَمَهُ بِنُبُوَّتِهِ وَ اختارَهُ لِرِسالَتِهِ، ثُمَّ قَبَضَهُ اللہُ اِلَیهِ وَ قَد نَصَحَ لِعِبادِهِ وَ بَلَّغَ ما ارسِلَ بِهِ وَ کُنّا اَهلَهُ و اولیاءُهُ وَ اوصیاءُهُ وَ وَرَثَتَهُ وَ اَحَقَّ النّاسِ بِمَقامِهِ فِی النّاسِ۔ فاستأثَرَ عَلَینا قومُنا بِذلِكَ فَرضینا وَ کرِهنَا الفُرقَةَ وَ اَحبَبنا العَافیةَ وَ نَحنُ نَعلَمُ اَنّا اَحَقُّ بِذلِكَ الحَقِّ المُستَحَقِّ عَلَینا مِمَّن تَوَلّاهُ... و قَد بَعَثتُ رَسولی اِلیکم بِهذا الکِتابِ وَ اَنا اَدعوکُم اِلی کِتابِ اللہِ وَ سُنَّةِ نَبِیهِ، فَاِنَّ السُنَّةَ قَد اُمیتَت وَ اِنَّ البِدعَةَ قَد احییت و اِن تَسمعوا قَولی و تُطیعوا اَمری اَهدِکم سَبیلَ الرَّشادِ، والسلامُ عَلیکم و رحمةُ اللہِ۔

ترجمہ: اما بعد اللہ نے محمدؐ کو اپنے بندوں میں منتخب کیا، اور اپنی نبوت کے لئے ان کو عہدہ رسالت پر فائز کیا۔ اس کے بعد خدا نے ان کو اپنی جانب بلالیا، جب کہ وہ اللہ کے بندوں کے خیر خواہ تھے اور وہ سب بتایا جو ان تک پہنچایا گیا تھا۔ ہم لوگ اسی نبی کے خاندان اور ان کے اولیا اور اوصیا کے وارثین ہیں، ان کی جانشینی کا حق سب سے زیادہ ہمیں ہے، لیکن لوگوں نے ہمارے اس مقام کو اپنے اختیار میں لے لیا اور ہم نے بھی اجازت دی تاکہ تفرقہ نہ ہونے پائے کیونکہ ہم امت کا خیر چاہتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم نبی کی جانشینی کے لئے اس سے زیادہ لائق ہیں جو ابھی پیغمبرؐ کا جانشین بنا ہوا ہے۔ میں اپنے قاصد کو اس خط کے ساتھ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ میں تمہیں خدا اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دینا چاہتا ہوں کہ بے شک سنت مر چکی ہے اور بدعت زندہ ہو گئی ہے۔ اور اگر میری بات کو سنوگے اور اطاعت کروگے تو میں تم کو ہدایت کے راستے پر رہنمائی کروں گا۔ والسّلام علیکم و رحمته اللہ و برکاته۔[۱]

۱۔ ابن جریر طبری، محمد، تاریخ الطبری، جلد ۴، ص ۲۶۵؛ سماوی، محمد، ابصار العین فی انصار الحسین، ص ۹۵

یزید سے بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف قیام

ظالموں کے خلاف جہاد کرنا ایک طرح کی عبادت ہے۔ امام حسینؑ نے معاویہ کے دور میں یزید کی بیعت سے انکار کیا کیونکہ یہی بیعت کرنا ظلم کے سامنے سر جھکانے کے برابر ہوتا، اسی لئے امامؑ نے سختی کے ساتھ معاویہ کی دھمکیوں کا سامنا کیا اور یزید کی بیعت نہیں کی، لیکن امام حسینؑ جنگ نہیں بلکہ عدالت چاہتے تھے۔ وہ عدالت جس کا بنی امیہ کے دور میں نام نشان تک باقی نہیں بچا تھا۔ اسی لئے جب یزید کے دور میں امامؑ سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تو امامؑ نے قبول نہیں کیا اور قیام کرنے کا فیصلہ لیا۔ محمد بن حنفیہؒ اور دیگر لوگوں نے آپ کو رائے دی کہ بیعت نہیں کر رہے ہیں تو کم سے کم خاموش ہی رہئے اور کنارہ کشی اختیار کر لیجئے لیکن امامؑ نے فرمایا:

وَاَمّا الحُسینُ فَاِنَّهُ خَرَجَ بِبَنیهِ وَ اِخوَتِهِ وَ بَنی اَخیهِ وَ جُلِّ اهل بیتهِ اِلّا محمد بنَ الحنفیةِ، فَاِنَّهُ قالَ لَهُ: یااخی انت اَحَبُّ النَّاسِ اِلی وَ اَعَزُّهُم علی و لَستُ اَدَّخِرُ النَّصیحَةَ لِاَحدٍ مِنَ الخَلقِ اَحَقَّ بِها مِنكَ، تَنَحَّ بِتَبِعَتِكَ عَن یزیدَ بن مُعاویةَ وَ عَنِ الاَمصارِ مَا استَطَعتَ، ثُمَّ اَبعَث رُسُلَكَ اِلی النّاسِ فَادعُهُم اِلی نَفسِكَ، فَاِن بَایَعوا لَكَ حَمِدتَ اللهَ عَلی ذلكَ و اِن اجمَعَ النّاسُ عَلی غَیرِك لَم ینقُصِ اللهُ بِذلك دینَكَ و لا عَقلَكَ و لا یذهِبُ بِهِ مُروءَتَك و لا فَضلَك، اِنّی اَخافُ اَن تَدخُلَ مِصراً مِن هذه الامصارِ و تَاتی جَماعَةٌ مِنَ الناسِ فَیختَلِفونَ بَینَهُم، فَمِنهُم طائِفَةٌ مَعَكَ و اخری عَلَیك، فَیَقتَتِلونَ فَتَکونُ لِاَوَّلِ الاسِنَّةِ، فَاِذا خَیرُ هذهِ الاُمَّةِ کِلِّها نَفسا و ابا امّا اضیعُها دَما و اَذَلُّها اهلاً۔ قالَ لَهُ الحسین علیه السلام: فَاِنّی ذاهِبٌ یا اخی، قال: فَانزِل مَکةَ، فَاِن اطمأنَّت بِكَ الدارُ فَسَبیلُ ذلك و اِن نَبَت بِكَ لَحِقتَ بِالرِّمالِ وشَعَفِ الجِبالِ و خَرَجتَ مِن بَلَدٍ اِلی بَلَدٍ حَتّی تَنظُرَ اِلی ما یصیرُ امرُ الناسِ و تعرِفَ عِندَ ذلكَ الرَّای، فَاِنَّك اصوَبُ ما یکونُ رَایاً و احزَمُهُ عَمَلاً حینَ تَستَقبِلُ الامورَ استِقبالاً و لا تکونُ الامورُ عَلَیك

اَبَداً اشکَلَ مِنها حینَ تَستَدبِرُھا استِبارا ، قالَ : یا اَخی قَد نَصحتَ فَاَشفَقتَ،
فَاَرجوا اَن یکونَ رَایکَ سَدیدا مُوَفّقا ۔

ترجمہ: امام حسینؑ اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کے ساتھ نکلے، سوائے محمد بن حنفیہؒ کہ جنھوں نے امامؑ سے کہا: ائے میرے بھائی! لوگوں کے درمیان میرے لئے سب سے زیادہ عزیز آپ ہی ہیں اور میں سب سے زیادہ آپ کا ہی بھلا چاہتا ہوں۔ آپ جتنا ممکن ہو اپنے اصحاب کے ساتھ یزید بن معاویہ نیز شہروں سے دور ہو جائیں، اور پھر وہاں سے اپنے قاصدوں کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیجئے۔ اگر لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو اس کے لئے خدا کے مشکور رہئے گا اور اگر لوگ آپ کے سوا کسی اور کے گرد جمع ہوئے تو اس سے خدا آپ کے ایمان اور عقل سے کم نہیں کرے گا اور آپ کی جوانمردی اور فضیلت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئے گی، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ ان شہروں میں لوگوں کے پاس جائیں تو ان میں آپس میں ہی اختلاف ہو جائے، اور ایک گروہ آپ کا حامی اور دوسرا آپ کے خلاف ہو کر ایک دوسرے سے لڑ جائیں اور آپ خود کو نیزوں کے سائے میں پائیں، جس کے نتیجے میں امت کے شریف ترین شخص کا خون ضائع ہو جائے اور رسوائی کا سامنا ہو۔ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: میرے بھائی! میں ضرور جاؤنگا۔ محمد بن حنفیہؒ نے کہا: مکہ میں ٹھہریئے گا، اگر وہ جگہ سکون اور رکنے کی جگہ ہوئی تو ٹھیک، اور اگر آپ کے میل کے خلاف ہوئی تو بیابانوں اور پہاڑوں کا رخ کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر جایئے گا جب تک کہ لوگوں کے رد عمل کا پتہ چلے اور پھر اس وقت آپ کو پتہ چل چکے گا کہ کیا کرنا چاہئے۔ صحیح مشورہ اور صحیح راستہ اس وقت حاصل ہوگا جب سختی سے حالات کا سامنا کریں گے اور حالات اس وقت سب سے زیادہ مشکل ہو جاتے ہیں جب پشت سے ان کا پیچھا کیا جائے۔ امامؑ نے فرمایا: ائے میرے بھائی! تم نے خیر خواہی اور دلسوزی کی۔ امید کرتا ہوں تمہارے خیالات محکم اور مددگار ہوں۔[1]

۱۔ ابومخنف کوفی، لوط بن یحیٰ، وقعۃ الطف ص ۸۴؛ مفید، محمد بن محمد، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، جلد ۲، ص ۳۴؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، جلد ۴۴، ص ۳۲۷؛ بحرانی اصفہانی، عوالم العلوم والمعارف والاحوال امام علی بن ابیطالب، جلد ۱۷، ص ۱۷۶

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ محمد بن حنفیہؑ کی طرح عبداللہ بن مطیع عدوی نے بھی کوفہ کے راستے میں امام کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا، جس کے جواب میں امامؑ نے فرمایا:

اَقبلَ الحُسینُ علیہ السلام سَیرا اِلی الکوفۃِ ، فَانتھی اِلی ماءٍ مِن مِیاہِ العَرَبِ، فَاِذا عَلَیہِ عَبدُ اللّٰہِ بنُ مُطیعٍ العَدَوی وَ ھُوَ نازِلٌ ھاھُنا، فَلَمَّا رَای الحُسینَ علیہ السلام قامَ اِلیہِ ، فَقالَ بِاَبی اَنتَ وَ اُمی یا ابن رسول اللہ، ما اَقدَمَكَ؟ (وَاحتَمَلَہُ فَانزَلَہُ) فَقالَ لَہُ الحُسینُ علیہ السلام : کانَ مِن مَوتِ مُعاویۃَ ما قَد بَلَغَكَ،فَکَتَبَ اِلی اھلُ العِراقِ یَدعونَنی اِلی اَنفُسِھِم. فَقالَ لَہُ عَبدُ اللّٰہِ بنُ مُطیعٍ: اذکُرُكَ اللّٰہِ یا ابن رسول اللہ و حُرمَۃَ الاسلامِ اَن تُنتَھَكَ، اَنشُدُكَ اللہ فی حُرمَۃِ رسول اللہ ، اَنشُدُكَ اللہ فی حُرمَۃِ العَرَب، فوَاللّٰہِ لَئِن طَلَبتَ ما فی ایدی بَنی امیۃَ لَیقتُلُنَّكَ و لَئِن قَتَلوكَ لا یھابونَ بعدكَ اَحَدا اَبَدا، وَاللّٰہِ اَن ھا لَحُرمَۃُ الاِسلامِ تُنتَھَكَ و حُرمَۃُ قُرَیشٍ و حُرمَۃُ العَرَبِ، فلا تَفعَلَ و لا تأتِ الکوفۃَ و لا تَعَرَّض لِبنی امیۃَ. قالَ فَابی اِلّا اَن یمضی۔

ترجمہ: امام حسینؑ کوفہ کی جانب چلے، جب پانی پینے کی ایک جگہ پر پہنچے تو عبداللہ بن مطیع پہلے سے وہاں موجود تھا۔ جیسے ہی اس نے امامؑ کو دیکھا وہ آپ کی طرف آیا اور بولا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے فرزند رسول! یہاں کس لئے آئے ہیں آپ؟ پھر اس نے امام کو گھوڑے کی پشت سے اترنے میں مدد کی اور آپ نے اس سے فرمایا: معاویہ کی موت سے تو تم باخبر ہوگے، عراقیوں نے مجھے خط لکھے ہیں اور مجھے بلایا ہے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا: خدا کے لئے اسلام کی حرمت وآبرو کی فکر کیجئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی آبرو جانے سے وہ بھی ختم ہو جائے۔ آپ کو خدا کا واسطہ رسول اللہؐ کی عزت اور عرب کی عزت کو لٹنے سے بچایئے۔ خدا کی قسم اگر آپ بنی امیہ سے وہ طلب کریں گے جو ان کے اختیار میں ہے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور اگر انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو پھر آپ کے بعد کسی اور سے نہیں ڈریں گے، اور خدا

کی قسم اسلام، قریش اور عرب سب کی عزت لٹ جائے گی۔ لہٰذا آپ کوفہ نہ جایئے اور بنی امیہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ امامؑ نے اس کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے سفر کو جاری رکھا۔[۱]

حتیٰ بعض لوگوں نے تو روز عاشورا امام حسینؑ سے یزید کے حکم کے سامنے تسلیم ہونے کے لئے کہا، لیکن آپ نے فرمایا:

"نہیں، خدا کی قسم میں اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو تمہارے سامنے ذلیل نہیں کرونگا، اور غلاموں کی طرح فرار نہیں کرونگا۔ (اس کے بعد آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا) اے خدا کے بندوں، میں ہر اس متکبر شخص سے جو روز جزا پر یقین نہیں رکھتا تمہارے اور اپنے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔"[۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ امامؑ خلافت کے مدعی نہیں تھے اور آپ نے صرف خدا کے دین کی حمایت کے لئے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا۔ اسی لئے جب مروان نے امامؑ کو یزید کی بیعت کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا:

وَیحَكَ! اَتَاْمُرُنی بِبَیعَةِ یزیدَ و هُوَ رَجُلٌ فاسِقٌ ؟ لَقَد قُلتُ شَطَطا مِنَ القَولِ یا عَظیمَ الزَّلَلِ! لا الومُكَ عَلی قَولِكَ لِاَنَّكَ الَّعینُ الذی لَعَنَكَ رسول الله و انت فی صُلبِ اَبیكَ الحَکَمِ بنِ ابی العاصِ. فَاِنَّ مَن لَعَنَهُ رسول الله لا یمکنُ لَهُ و لا مِنهُ اِلّا اَن یدعُوَ اِلی بَیعَةِ یزید. ثُمّ قالَ: اِلیكَ عَنّی یا عدُوَّ اللهِ فَاِنّا اهل بیت رسول الله وَ الحَقُّ فینا و بِالحَقِّ تَنطِقُ اَلسِنَتُنا و قَد سَمِعتُ رسول الله یَقولُ: الخِلافَةُ مُحَرَّمةٌ عَلی آلِ ابی سُفیانَ و عَلی الطُّلَقاءِ ابناءِ الطُّلَقاءِ، فَاِذا رَایتُم مُعاویةَ عَلی مَنبَری فَابقُروا بَطنَهُ، فَوَاللهِ لَقَد رآهُ اللهُ فی النّارِ عذابا۔ ترجمہ: وائے ہو تم پر، کیا تم مجھے یزید کی بیعت کا حکم دے رہے ہو؟ جب کہ وہ ایک فاسق انسان ہے۔ وائے ہو تمہاری

۱۔ وقعۃ الطف، ص ۱۶۱، قادتنا کیف نعرفھم، جلد ۳، ص ۶۰۵

۲۔ ابن شہر آشوب، مازندرانی، مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، ص ۶۸؛ بحار الانوار، جلد ۴۴، ص ۱۹۲؛ عباس، سفینۃ البحار مدینۃ الحکم والآثار جلد ۴، ص ۴۰۱

لغزش بڑی ہے۔ تم نے بہت بکواس کر لی۔ میں تمہاری باتوں کے لئے تمہاری ملامت نہیں کروں گا کیونکہ تم کو پیغمبرؐ نے لعنت کیا جب تم اپنے باپ حکم بن عاص کے صلب میں تھے۔ پیغمبرؐ کے ذریعہ لعنت شدہ شخص سے یہی امید کی جاسکتی کہ وہ مجھ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرے۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: اے خدا کے دشمن ہم سے دور ہو جاؤ کہ ہم نبی خدا کے اہل بیت ہیں اور حق ہمارے درمیان ہے اور ہماری زبانیں حق بولتی ہیں۔ میں نے پیغمبرؐ سے سنا کہ فرمایا: ابوسفیان کے خاندان اور طلقاء اور ابن طلقاء پر خلافت حرام ہے، اور اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو اس کے پیٹ کو پھاڑ دینا۔ خدا کی قسم مدینہ والوں نے اس کو میرے نانا کے منبر پر دیکھا لیکن وہ نہ کیا جس کا انہیں حکم تھا اور خدا نے بھی ان لوگوں کو اس کے بیٹے یزید سے دوچار کر دیا۔ خدا آتش جہنم میں اس کے عذاب میں اضافہ فرمائے۔[۱]

جس وقت مروان نے مدینہ کے حاکم ولید کو اشارہ کیا کہ یزید کی بیعت سے انکار کرنے والوں کی گردن اڑا دے، تو امامؑ نے مروان سے فرمایا:

وَیلی عَلیکَ یابنَ الزَّرقاءِ! انتَ تأمُرُ بِضَربِ عُنُقی؟کَذَبتَ و لَؤُمتَ، نحنُ اهل بیت النُبُوَّةِ و مَعدِنُ الرِّسالَةِ و یزیدُ فاسقٌ شارِبُ الخَمرِ وقاتِلُ النَّفسِ و مِثلی لایبایعُ لِمِثلِهِ و لکن نُصبِحُ و تُصبِحون اینا اَحَقُّ بِالخِلافَةِ و البَیعَةِ۔ ترجمہ: ویل ہو تم پر اے زرقا کے بیٹے! تم میری گردن کاٹنے کا حکم دیتے ہو؟ تم نے جھوٹ بولا ہے اور ظلم کیا ہے۔ ہم اہل بیت نبوت اور معدن رسالت ہیں، اور یزید فاسق، شرابی اور لوگوں کا قاتل ہے۔ مجھ جیسا کبھی بھی یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، لیکن ہم اور تم انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون زیادہ بیعت اور خلافت کے لائق ہے۔[۲]

ان لوگوں نے معاویہ کی کہی ہوئی باتوں پر بھی عمل نہیں کیا کیونکہ اس نے خود امام حسینؑ کی حقانیت کا اقرار کیا تھا اور اپنی وصیت میں بھی امام حسینؑ کے ساتھ مسالمت آمیز رویہ کا حکم دیا تھا۔ اس کی وصیت

۱۔ لجنتہ الحدیث فی معهد باقر العلومؑ، ص ۳۴۶؛ ابن اعثم الکوفی، الفتوح، جلد ۵، ص ۱۷؛ یعقوب، احمد حسین، کربلا الثورة والماساة، ص ۱۴۹

۲۔ ابن نما الحلی، مثیر الاحزان و منیر سبل الاشجان، ص ۱۴

میں امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے اور آپ کے قیام کے احتمالات کے سلسلے میں ابی مخنف نے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخزمہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

"جب معاویہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے اپنے بیٹے یزید کو بلوایا اور کہا: بیٹا میں نے تمہارے لئے سفر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی محنت و مشقت کو کم کر دیا ہے اور ساری چیزوں کو تمہارے لئے تیار کر دیا ہے، تمہارے دشمنوں کو دبایا اور عرب کے بڑے بڑوں کو تمہارے سامنے جھکا دیا ہے، اور تمہارے لئے لوگوں کے درمیان ایکتائی اور وحدت فراہم کرا دیا ہے۔ تمہاری خلافت کے لئے مجھے کسی سے ڈر نہیں ہے سوائے قریش کے ان چار لوگوں کے: حسینؑ بن علیؑ، عبداللہ بن عمر، زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر ایسا شخص ہے جو پوری طرح عبادت میں مشغول ہو چکا ہے اور اگر اسے لگے گا کہ اس کے سوا سبھی نے بیعت کر لی ہے تو وہ بھی بیعت کر لے گا۔ لیکن حسین بن علی، عراق والے اس بات کے انتظار میں ہیں کہ اس کو قیام کی دعوت دیں تو ان سے بچنا اور ان کو رہا کر دینا، کیونکہ ان کا گھرانہ اہم گھرانہ ہے اور لوگوں پر اس گھرانے کا بہت بڑا حق ہے۔ عبدالرحمٰن ابی بکر ایسا شخص ہے کہ جو اپنے ساتھیوں کو کرتا ہوا پائے گا وہی وہ بھی انجام دے گا۔ اس کے پاس چرب زبانی اور خوش گذرانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن وہ انسان جو شیر کی طرح تمہاری تاک میں ہے اور اس انتظار میں ہے کہ تم کو بہکائے اور موقع ملتے ہی تم پر حملہ کرے، وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ کچھ ایسا کرتا ہے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ لیکن یزید نے اپنے باپ کی وصیت کے برخلاف عمل کیا اور امام والا مقام کو شہید کر دیا۔[۱]

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام حسینؑ وہ عدالت چاہتے تھے جو بنی امیہ خاص کر یزید کے دور میں ختم ہو چکی تھی اور آپ کا ہدف ہر گز جنگ نہیں تھا۔ اگر آپ کا مقصد جنگ ہوتا تو آپ معاویہ کے دور میں بھی ایسا کر سکتے تھے لیکن آپ نے قیام نہیں کیا، کیونکہ معاویہ نے خود یزید کو امامؑ کے ساتھ مدارا کرنے کو کہا تھا لیکن یزید نے نہ صرف یہ کہ مدارا نہیں کیا بلکہ آپ کو شہید بھی کر دیا۔

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۵، ص ۳۲۲

ظالموں سے مقابلہ

ظلم کے خلاف ہر گز خاموش نہیں رہنا چاہئے، بلکہ ظالموں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کا سامنا کرنا چاہئے، کیونکہ ظلم کے مقابل میں خاموش رہنا در حقیقت ظلم کو قبول کر لینے کے برابر ہے جس کے نتیجے میں ظلم پھیلتا چلا جاتا ہے اور صاحبان حق اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ظلم سے مقابلہ کا ایک مرحلہ جہاد استماتہ اور جانبازی ہے، جس کا مطلب راہ حق میں اور ظلم کے خلاف فداکاری کرنا ہے، چاہے اس میں انسان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس طرح کے جہاد کو خود پیغمبرؐ کے دور میں ہی شرعی حیثیت حاصل ہوئی، جس کی بہترین مثال جنگ موتہ ہے جس میں لشکر اسلام کے تین ہزار سپاہیوں کا سامنا روم کے دو لاکھ لشکریوں سے ہوا۔ جب اسلامی فوج کو دشمن کی تعداد کا پتہ چلا تو انہوں نے جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کی سرپرستی میں آپس میں مشورت کیا اور انہوں نے جہاد کرنے اور قتل ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو لشکر اسلام کے سپہ سالار جعفر ابن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ نے یکے بعد دیگرے دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور لڑتے رہے جب تک کہ شہید نہیں ہو گئے۔[۱]

جہاد استماتہ کی دوسری مثال جو پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد واقع ہوئی وہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا جہاد ہے۔ ایک روایت میں امام حسینؑ حر بن یزید کے سپاہیوں سے بات کرنے کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اَیھا الناسُ! فَاِنَّکم اِن تَتَّقوا و تَعرِفوا الحَقَّ لِاَھلِہِ یکن ارضی للہِ و نحنُ اھلَ البیتِ اولی بِوِلایۃِ ھذا الامرِ عَلیکم مِن ھؤلاءِ المُدَّعینَ ما لیسَ لَھُم وَ السّائرینَ فیکن بِالجورِ وَ العُدوانِ و اِن انتم کَرِھتُمونا و جَھِلتُم حقَّنا و کانَ رَایکم غَیرَ ما اَتَتنی کتُبُکم و قَدِمَت بِہِ عَلی رُسُلُکم ، انصرفتُ عَنکم۔
>
> ترجمہ: اے لوگو!، اگر تم لوگ تقوا اختیار کرو اور حق کو اس کے اہل کے لئے جانو تو تمہارا یہ کام خدا کو زیادہ خوش کریگا۔ ہم اہل بیت تمہاری سرپرستی کے زیادہ حقدار ہیں بنسبت ان کے جو خود

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول الکافی، جلد ۲، ص ۶۸۲

کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں، جب کہ ان کا کوئی حق نہیں ہے اور وہ تمہارے درمیان ظلم و ستم کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اگر ہم تم کو پسند نہیں اور تم کو ہمارا حق نظر نہیں آرہا ہے اور تمہاری خواہش قرآن و سنت سے مختلف ہے تو میں واپس چلا جاؤنگا۔[1]

اسی طرح تاریخ طبری میں عقبہ بن ابیعزار سے منقول ہے کہ امام حسینؑ بیضہ میں اپنے اصحاب اور حر کے سپاہیوں کے سامنے، ظالموں سے مقابلے کی خاطر قیام کی اہمیت کو ایک خطبے میں اس طرح بتاتے ہیں:

ایھاالناسُ اِنَّ رسول الله قالَ: مَن رَای سُلطانا جائِرا مُستَحِلاً لِحُرَمِ اللهِ، ناکثا لِعَھدِ اللهِ، مُخالفا لِسُنَّةِ رسول الله، یَعمَلُ فی عبادِ اللهِ بِالاثمِ و العُدوانِ، فَلَم یغیر عَلیهِ بِفِعلٍ و لا قَولٍ، کانَ حقاً عَلی اللهِ اَن یدخِلَهُ مُدخَلَهُ. الا و اِنَّ هؤلاءِ قَد لَزِموا طاعَةَ الشَّیطانِ و تَرَکوا طاعَةَ الرحمنِ و اظهَروا الفَسادَ و عَطَّلوا الحدودَ و استاثَروا بِالفیءِ و اَحَلّوا حَرامَ اللهِ و حَرَّموا حَلالَهُ و انا اَحَقُّ مَن غَیرَ قد اَتَتنی کتُبُکم و قَدِمَت عَلی رُسُلُکم بِبَیعَتِکم اَنَّکم لا تُسلِمونی و لاتَخذُلونی، فَاِن تَمَتُم علی بَیعَتِکم تُصیبوا رُشدَکم، فَاَنا الحسینُ بنُ علی و ابنُ فاطمةَ بنتِ رسول الله نَفسی مَعَ انفُسِکم و اهلی مَعَ اهلیکم فَلَکم فی اسوَةٌ و اِن لَم تَفعلوا و نَقَضتُم عَهدَکم و خَلَعتُم بَیعَتی مِن اعناقِکم، فَلَعَمری ما هِی لَکم بِنُکرٍ لَقَد فَعَلتُموها بِاَبی و اخی و ابنِ عَمّی مُسلِمٍ و المَغرورُ مَنِ اغتَرَّ بِکم، فَحَظَّکم اخطأتُم و نَصیبَکم ضَیعتُم و مَن نَکَثَ فَاِنّما ینکثُ عَلی نَفسِهِ و سَیغنی اللهُ عَنکم و السلام علیکم و رحمة اللهِ و برکاتهُ۔

ترجمہ: اے لوگو!، اللہ کے نبی نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو دیکھے جو خدا کے حرام کو حلال قرار دے رہا ہے، خدا کے احکام کی نافرمانی کر رہا ہے، سنت خدا و رسول کی مخالفت کر رہا ہے اور بندگان خدا کے سلسلہ میں گناہ اور زیادتی سے کام لے رہا ہے، اور وہ شخص

۱۔ وقعۃ الطف، ص ۱۷۰

پھر بھی اس ظالم حکمران کی اپنے عمل اور گفتار سے مخالفت نہ کرے، تو اللہ اس کے ساتھ بھی وہی کریگا جو وہ ظالموں کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ لوگ شیطان کی پیروی کرنے لگے ہیں اور خدائے رحمان کی اطاعت چھوڑ چکے۔ آشکارا طور سے فساد کرتے ہیں اور حدود الٰہی کو ختم کر دئے ہیں، لوگوں کے اموال کو ھڑپ کر اپنا بنالئے ہیں اور خدا کے حرام کو حلال اور اس کے حلال کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور میں وہ ہوں جو ان کی مخالفت کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں۔ تمہارے خطوط مجھ تک پہنچے اور تمہارے قاصدوں نے تمہاری بیعت مجھ تک پہنچائی کہ مجھے دشمن کے سپرد نہیں کروگے، اب اگر اپنی بیعت پر باقی رہے تو اس کا مطلب راہ ہدایت پر پہنچ گئے۔ میں حسینؑ ہوں، علیؑ و فاطمہ اور نبی کی بیٹی کا بیٹا، میں تمہارے ساتھ اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں اور مجھ میں تمہارے لئے ایک نمونہ ہے۔ اگر تم لوگ عہد شکنی کرتے ہو اور بیعت سے خارج ہوتے ہو اور میری جان کی قسم یہ تم سے بعید بھی نہیں ہے کیونکہ تم نے میری ماں، باپ اور میرے بھائی مسلم کے ساتھ یہی کیا اور تمہاری حمایت پر بھروسہ کرنے والا دھوکا کھانے والوں میں سے ہوتا ہے، لہٰذا تم اپنے نصیب تک نہیں پہنچے ہو اور اس کو برباد کر دیا ہے۔ جو بھی عہد شکنی کرے گا وہ اس کا نقصان بھی خود برداشت کرے گا۔ جلد ہی خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کرے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۱]

امام حسینؑ خود کو پہچنواتے ہوئے فرماتے ہیں: میں حسین ہوں علی و فاطمہ اور رسول کی بیٹی کا بیٹا، میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرا گھرانہ تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہے، میرے اندر تمہارے لئے نمونہ ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ عمر سعد کا لشکر امامؑ کو نہیں پہچانتا تھا۔ امامؑ خود کو پہچنوانے کے بعد ظالموں کے خلاف اپنے قیام کے ہدف کو بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ حق ہیں اور وہ لوگ باطل ہیں۔ اس کا مطلب امامؑ اپنے قیام کے ہدف کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو حق پر بھی بتاتے ہیں، اور فرزند زہرا (س) کے الفاظ سے بڑھ کر کیا حجت ہو سکتی ہے؟

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۴، ص ۳۰۴؛ ابن اثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، جلد ۴، ص ۴۸

امت کی اصلاح

کوفہ والوں کی دعوت اور خطوط کو امام حسینؑ کے قیام کی وجہ بتایا جاتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ امامؑ نے اپنے خطبوں میں مسلسل اصلاح امت اور امر بہ معروف و نہی از منکر کو اپنے قیام کا مقصد بتایا ہے کیونکہ امر بہ معروف و نہی از منکر سب کی ذمہ داری ہے اور اس کو انجام نہ دینے سے شریعت کے پائے کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں اور دین آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتا ہے، اور معاشرے میں تباہی اور فساد پھیل جاتا ہے۔ قرآن نے امر بہ معروف و نہی از منکر سے غفلت کو پچھلی قوموں کی ہلاکت کی ایک وجہ بتایا ہے:

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ ترجمہ: انہوں نے جو برائی بھی کی ہے اس سے باز نہیں آتے تھے اور بدترین کام کیا کرتے تھے۔[1]

اسی طرح قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ امر بہ معروف و نہی از منکر کو ترک کرنے کے نتیجہ میں معاشرے میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔ اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ پیدا کیا اور واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا کہ ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔[2]

امر بہ معروف و نہی از منکر اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ خدا اس کو امت مسلمہ کی برتری کی وجوہات میں سے بتاتا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۷۹
۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴-۱۰۵

اَلْفَاسِقُونَ۔ تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان میں صرف چند مومنین ہیں اور اکثریت فاسق ہے ۔[1]

امام حسینؑ اپنے بھائی محمد کے نام وصیت میں اپنے قیام کے ہدف کو امت کی اصلاح بیان فرماتے ہیں:

دَعا الحُسینُ علیه السلام بِداوةٍ و بَیاضٍ و کَتَبَ هذه الوَصیةَ لِاَخیهِ محمد: بسمِ الله الرحمنِ الرحیمِ، هذا ما اوصی بِهِ الحسینُ بنُ عَلی بنِ ابی طالبِ اِلی اخیهِ محمد المَعروفِ بِابنِ الحَنَفیةِ: اِنَّ الحسینَ یشهدُ اَن لا اله الاّ اللهُ وَحدَهُ لا شریكَ لَهُ و اَنَّ مُحَمَّداً عبدهُ و رَسولُهُ جاءَ بِالحَقّ مِن عِند الحَقِّ و اَنَّ الجَنَّةَ و النارَ حقٌّ و اَنَّ السّاعَةَ آتیةٌ لا ریبَ فیها و اَنَّ الله یبعثُ مَن فی القبورِ و اَنّی لَم اَخرُج اَشِرا و لا بَطِراً و لا مُفسِداً و لا ظالماً و اِنّما خَرَجتُ لِطَلَبِ الاصلاحِ فی اُمّةِ جَدی، اریدُ اَن آمُرَ بِالمَعروفِ و انهی عَنِ المُنکرِ و اسیرَ بِسیرَةِ جدی محمد و مَن رَدَّ عَلی هذا اَصبِرُ حتی یقضی اللهُ بینی و بَینَ القومِ بِالحَقِّ و یحکمَ بینی و بینهُم و هو خیرُ الحاکمینَ و هذا وصیای یا اخی اِلیكَ و ما توفیقی الا باللهِ علیه توکّلتُ و اِلیهِ انیب۔

ترجمہ: امام حسینؑ نے کاغذ و دوات طلب کیا اور یہ وصیت اپنے بھائی محمد کے لئے لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وصیت ہے حسین بن علی بن ابی طالب کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہؒ کے لئے۔ حسین گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور خدا کی طرف سے جو حق ہے وہ لے آئے اور جنت و جہنم حق ہے اور بے شک قیامت آئے گی اور خدا سبھی لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا۔ میں نے سر کشی، طغیان، فساد اور ظلم کے لئے قیام نہیں کیا ہے بلکہ میں اپنے جد کی امت کی

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰

اصلاح کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں، میں امر بہ معروف اور نہی از منکر اور اپنے جد محمدؐ اور باپ علی بن ابی طالب کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں۔ اگر میں تم کو حق پر نظر نہیں آتا تو میں صبر کروں گا جب تک کہ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے اور میرے اور ان کے بیچ حکم کرے اور وہ ہی بہترین حاکم ہے۔ یہ میری وصیت ہے تم کو اے میرے بھائی اور خدا میرا مددگار ہوگا۔ میں نے خدا پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جاؤں گا۔[1]

امیر المومنین علیؑ دوسرے فرائض کے مقابل میں امر بہ معروف و نہی از منکر کے مقام کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وَما اَعمالُ البِرِّ کلُّها و الجِهادُ فی سُبیلِ اللهِ عِندَ الاَمرِ بِالمَعروفِ و النَّهی عَنِ المُنکرِ اِلّا کنَفثَةٍ فِی بَحرٍ لُجّی۔ ترجمہ: سبھی نیک امور، یہاں تک کہ خدا کی راہ میں جہاد بھی امر بہ معروف و نہی از منکر کے مقابل میں ایسے ہی ہیں جیسے ایک گھونٹ پانی وسیع دریا کے مقابل میں۔[2]

کوفہ والوں کے خطوط

امام حسینؑ کے کوفہ روانہ ہونے کی ایک وجہ، اہل کوفہ کے وہ خطوط تھے جو انہوں نے امامؑ کے لئے بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک خط کی عبارت اس طرح ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مؤمن شیعوں کی طرف سے حسین بن علی کے نام۔ فوراً کوفہ کی طرف حرکت کرئے، کیونکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے سوا ان کا کوئی غمخوار نہیں ہے۔ العجل، العجل، العجل، والسلام"۔

اس کے بعد شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو تیمی نے امام حسینؑ کے لئے اس طرح لکھا:

۱۔ حسینی موسوی، محمد بن ابی طالب، تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس جلد ۲، ص ۱۶۰
۲۔ شریف الرضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، ص ۵۴۲؛ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، جلد ۱۹، ص ۳۰۶

"اما بعد، ہمارے باغ ہرے بھرے، ہمارے پھل تیار، فصلیں لہلہاتی، درختوں میں سارے پتے آگئے، آپ جب چاہیں ایک تیار لشکر کی طرف حرکت کر سکتے ہیں، خدا کا سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو آپ پر اور آپ کے والد پر۔"[۱]

جب امام حسینؑ کوفہ کے قریب پہنچے اور آپ کو پتہ چلا کہ جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا وہی لوگ آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں تو آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایها الناسُ! انها مَعذِرَةٌ إلى اللهِ عزوجل و اِلیکم ، اِنّی آتِکم حَتّی اَتَتنی کتُبُکم و قَدِمَت عَلی رُسُلُکم ، اَن اقدِم عَلینا فَاِنَّهُ لَیسَ لَنا اِمامٌ لَعَلَّ اللهَ یجمعُنا بِكَ عَلی الهُدی فَاِن کُنتُم عَلی ذلك فَقَد جِئتُکم ، فَاِن تُعطونی ما اَطمئِنُّ اِلیهِ مِن عُهودِکم و مَواثیقِکم اقدَم مِصرَکم و اِن تفعلوا و کنتم لِمَقدَمی کارهینَ انصَرَفتُ عَنکم اِلی المَکانِ الذی اَقبَلتُ مِنهُ اِلیکم۔ ترجمہ: اے لوگوں، یہ عذر تمہارے اور خدائے عزوجل کے بیچ ہے۔ میں تمہارے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ تمہارے خط مجھ تک پہنچے اور تمہارے قاصدوں نے مجھ تک تمہارا پیغام پہنچایا اور کہا: ہماری مدد کو آیئے کہ ہمارا کوئی پیشوا نہیں ہے، شاید خدا آپ کے ذریعہ ہماری ہدایت کر دے۔ اگر اپنی کہی ہوئی باتوں پر باقی ہو تو میں تم تک آگیا ہوں، اگر مجھ سے کوئی قابل اعتماد عہد کرتے ہو تو ہم سب تمہارے شہر کی جانب چلیں، اور اگر ایسا نہیں چاہتے ہو اور میرا آنا تمہیں پسند نہیں ہے تو میں وہیں لوٹ جاؤنگا جہاں پر میں یہاں آنے سے پہلے تھا۔[۲]

لہٰذا امامؑ کے قیام کی ایک وجہ اہل کوفہ کے وہ خطوط تھے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ امامؑ خود کو مدینہ سے کوفہ پہنچائیں اور اہل کوفہ کے ساتھ مل کر یزید اور بنی امیہ کے خلاف قیام کریں۔

۱۔ مجلسی، محمد باقر، زندگانی حضرت امام حسن مجتبی، ص ۳۶۵
۲۔ وقعۃ الطف، ص ۱۶۹؛ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسایل و مستنبط المسایل، جلد ۴، ص ۲۹

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب باوفا کا قیام الٰہی اسباب و اہداف کے پیش نظر تھا لیکن افسوس کے مستشرقین نے اس عظیم حماسہ کی غلط تحلیل پیش کی اور اس کو مادی بتا کر آپ کے قیام کے مبارک ہدف کو خدشہ دار کرنا چاہا لیکن اس مقالہ سے حاصل نتائج ان کی غلط تحلیلوں کا محکم جواب ہیں، جن میں سے کچھ اہم نتائج کو مندرجہ ذیل طریقے سے بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔امام حسینؑ کے بہت سے اصحاب اپنے کام کے انجام سے واقف تھے لیکن پھر بھی وہ وفاداری کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو تنہا نہیں چھوڑا، اور قیام میں آپ کے حامی بنے۔اس سے قیام کے غیر مادی اہداف کی بات واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ان کے اہداف مادی ہوتے تو وہ جان کا خطرہ دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتے۔

۲۔امام حسینؑ اتم و اکمل کا مصداق ہیں جنہوں نے خدا کے دین کو زندہ کرنے اور سنت رسولؐ کے لئے قیام فرمایا تا کہ ان مقدس اہداف کے سائے میں لوگوں کو اس سعادت تک پہنچا سکیں جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔

۳۔اسلامی متون میں ظلم و جور کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے کے لئے مسلسل تاکید ہوئی ہے، اور قیام امام حسینؑ کا ایک ہدف یہ بھی تھا۔آپ کی جنگ عقلمندانہ تھی اور آپ نے زمانے کے تقاضوں کے حساب سے قیام کرنا بہتر سمجھا لیکن بعض اوقات صلح کر لینا ایک طرح کی عقلمندانہ جنگ ہوتی ہے، جیسا کہ امام حسنؑ نے اپنے زمانے کے حساب سے صلح کرنا بہتر سمجھا۔

۴۔امام حسینؑ کے قیام اور آپ کا کوفہ کی طرف حرکت کرنے کا ایک اور سبب اہل کوفہ کے بہت سارے خطوط تھے جو انہوں نے آپ کے لئے لکھا تھا جن کی وجہ سے آپ مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے لیکن وہ لوگ جنہوں نے امامؑ کو خط لکھا، انہوں نے ہی کوفہ پہنچنے سے پہلے امامؑ کے راستے کو روک دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔

۵۔امام حسینؑ کے قیام کا ایک اور مقدس ہدف تھا جس کی ضرورت آج کے دور میں بھی محسوس ہوتی ہے، اور وہ امر بہ معروف و نہی از منکر کے فریضوں کو زندہ کرنا ہے، جب امامؑ کو یزید کے فاسقانہ اعمال کی خبر ملی تو پھر امامؑ نے سکوت کرنے کو بہتر نہیں سمجھا اور ان دو فریضوں کی خاطر قیام فرمایا۔

امام حسینؑ کی شہادت نے بجھے ہوئے شعلوں کو پھر ہوا دی جن میں توابین اور مختار ثقفی کے قیام اس شہادت کے نتائج تھے۔

منابع و مآخذ

- قرآن کریم، ترجمہ انصاریان، حسین، انتشارات اسوہ، قم، ۱۳۸۳
- ابن ابی الحدید، عبدالحمید بن ھبۃ اللہ۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، محقق و مصحح محمد ابوالفضل ابراہیم، مکتبہ آیۃ اللہ المرعشی النجفی، قم، ۱۴۰۴
- ابن اعثم الکوفی، احمد، الفتوح، تحقیق علی شیری، دار الاضواء للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۱۱
- ابن اثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۶
- ابن جابر، البلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق الشیخ محمد باقر المحمودی، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۷
- ابن جریر طبری، محمد، تاریخ الطبری، تحقیق نخبۃ من العلماء الاجلاء، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۸ ہجری
- تاریخ الامم والملوک، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دار المعارف، قاہرہ
- احمدی میانجی، علی، مکاتیب الرسولؐ، دار الحدیث،، قم، ۱۴۱۹ ہجری
- ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسولؐ محقق / مصحح: علی اکبر غفاری، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۰۴
- ابن شہر آشوب مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب، قم، ۱۳۷۹
- ابن عساکر، علی بن حسن۔ ترجمہ الامام الحسینؑ، تحقیق: الشیخ محمد باقر المحمودی، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، قم، ۱۴۱۴
- ابن قتیبۃ الدینوری، ابوحذیفہ احمد بن داوود، الاخبار الطوال، تحقیق عبدالمنعم عامر، قاہرہ، ۱۹۶۰م
- ابن نما الحلی، جعفر بن محمد، مثیر الحزان ومنیر سبل الشجان، المطبع الحیدریۃ، نجف اشرف، ۱۹۵۰م
- ابو مخنف کوفی، لوط بن یحییٰ، وقعۃ الطف، محقق / مصحح: محمد ھادی یوسفی غروی، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ۱۴۱۷
- بحرانی اصفہانی، عبد اللہ بن نور اللہ، عوالم العلوم ولمعارف والاحوال الامام علی بن ابی طالب، محقق / مصحح: محمد باقر موحد ابطحی اصفہانی، موسسۃ الامام المہدی (عج)، قم، ۱۳۸۲
- حسینی موسوی، محمد بن ابی طالب، تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس، محقق / مصحح: کریم فارس حسون، موسسۃ المعارف الاسلامیہ، قم
- سماوی، محمد، ابصار العین فی انصار الحسینؑ، تحقیق: الشیخ محمد جعفر الطبسی، مطبعۃ حرس الثورہ الاسلامیہ، قم، ۱۴۱۹

❖ شریف الرضی، باقر، حیاۃ الامام الحسینؑ، مطبعۃ الاداب، نجف اشرف، ۱۳۹۴
❖ شریف الرضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، محقق/ مصحح: صالح، صبحی، قم، ہجرت، ۱۴۱۴
❖ قمی، عباس، سفینۃ البحار مدینۃ الحکم والآثار، اسوہ، قم، ۱۴۱۴
❖ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول الکافی، مترجم محمد باقر کمرہ ای، اسوہ، قم، ۱۳۷۵
❖ لجنۃ الحدیث فی معھد باقر العلومؑ، موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ، دار المعروف للطباعۃ والنشر، قم، ۱۴۱۶
❖ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمہ الاطہار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳
❖ زندگانی حضرت امام حسن مجتبیٰؑ، ترجمہ جلد ۴۴ بحار الانوار، مترجم: محمد جواد نجفی، تہران، ۱۳۶۲
❖ مفید، محمد بن محمد، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، محقق، مصحح موسسۃ آل البیت، کنگرہ شیخ مفید قم، ۱۴۱۳
❖ موسوی خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۸۶
❖ میلانی، سید محمد ہادی، قادتنا کیف نعرفھم، تحقیق سید محمد علی میلانی، شریعت، قم، ۱۴۲۴
❖ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، محقق/ مصحح موسسہ آل البیتؑ، موسسۃ آل البیت، قم، ۱۴۰۸
❖ یعقوب، احمد حسین، کربلا الثورہ والماساۃ، الغدیر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۱۸